ہٹلر کا فنِ ظرافت

تحریر: سہیل احمد لون

وقت کے ساتھ انداز، روایات، عادات اور ماحول بدلتا رہتا ہے۔ ارتقائی عمل نے دنیا کو آج انفارمیشن ٹیکنالوجی کے دور میں داخل کر دیا ہے جہاں پر دنیا ایک Global village بن کر رہ گئی ہے۔ فاصلے سمٹ کر ہاتھوں میں موبائل کی شکل اختیار کر چکے ہیں۔ ملٹی میڈیا میں اب سوشل میڈیا بھی اپنا مقام بنا چکا ہے جس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ صحافت کے نصاب میں اسے باقاعدہ طور پر شامل کر دیا گیا ہے۔ وطن عزیز میں قومی اداروں کے تباہ ہونے کی وباء نے فلم انڈسٹری اور تھیٹر کی دنیا کو بھی نگل لیا۔ میڈیا کے ''آزاد'' ہونے کے بعد آج وطن عزیز میں نجی ٹی وی چینلز کی تعداد اتنی ہو چکی ہے جتنی کبھی زندہ دلان لاہور کی چھتوں پر کبوتر بازروں کی چھتریوں کی ہوا کرتی تھی۔ ٹی۔ وی چینلز نے فلم انڈسٹری کے زوال پزیر ہونے کا بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے (Infortainment) کی پالیسی اپنائی ہوئی ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ آج عوام میں ٹی۔ وی اینکرز یا پریزینٹر اتنا مقبول ہے جتنا کبھی فلمی ہیرو یا ہیروئنز ہوا کرتے تھے۔ دہشت گردی کی آگ نے ہمارے ملک کے کھیلوں کے میدان بھی ویران کر دیئے آج کوئی ملک پاکستان میں آکر کھیلنے کی خواہش ظاہر نہیں کرتا۔ ان حالات میں ٹی۔ وی پروگرام ہی عام آدمی کی تفریح رہ جاتی ہے۔ گزشتہ دنوں پاکستان جانا ہوا تو چند نجی ٹی۔ وی اور ریڈیو چینلز پر جانے کا اتفاق بھی ہوا۔ ایک نجی ٹی۔ وی چینل پر نشر ہونے والا مزاحیہ پروگرام جسے میں برطانیہ میں بیٹھ کر بڑے شوق سے دیکھتا تھا اس پروگرام میں میرے ایک بہت قابل احترام دوست جناب فرحت عباس شاہ صاحب بھی حصہ لیتے ہیں۔ شاہ صاحب کی محبت بھری دعوت کے بعد میں ان کے ساتھ نجی چینل پہنچا جہاں وہ پروگرام براہ راست نشر ہونے کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ فرحت عباس شاہ، روبی انعم، ہنی البیلا اور پروگرام کی اصل روح میر محمد علی نے سامعین کے ساتھ اپنی اپنی نشستیں سنبھال لیں۔ پروگرام کے میزبان جناب آفتاب اقبال صاحب بھی اپنی کرسی پر براجمان ہو گئے۔ حسب روایت سب سے آخر میں وی۔ آئی۔ پی مہمان جناب قمر زمان کائرہ بھی تشریف لے آئے۔ پہلے میں یہ سمجھتا تھا کہ پروگرام کے میزبان کا جابرانہ انداز شاید پروگرام کے فارمیٹ کی وجہ سے بنایا گیا ہو۔ پروگرام کو لائیو دیکھنے کے بعد مجھے سب سے زیادہ تعجب میزبان کے ہٹلرانہ سٹائل سے ہوا۔ وہ اپنی ٹیم کے علاوہ حاضرین سے بھی اسی انداز سے کلام کرتے، اگر یہ ان کی فطرت مان لی جائے تو پھر قمر زمان کائرہ صاحب سے بھی اسی انداز سے پیش آنا چاہیے تھا۔ میر محمد علی اس دن ڈمی میوزیم سے وزیر اعلی شہباز شریف کا روپ دھار کر آئے تھے جس پر موصوف نے ان کو گردن سے سریا نکلوانے کا کہا۔ حالانکہ ان کی اپنی گردن سریے کی دکھائی دے رہی تھی۔ مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میں کسی مزاحیہ پروگرام میں نہیں بلکہ کسی پاسنگ آؤٹ پریڈ کو دیکھ رہا ہوں جس میں ایک پریڈ کمانڈر اپنے آمرانہ انداز میں فوجی دستے کو پریڈ گراؤنڈ پر تحکمانہ انداز میں چلا رہا ہوتا ہے۔ جس کا چہرہ اس کے جسم کی طرح خاص تناؤ کا شکار دکھائی دیتا

ہے جس کا اثر دیکھنے والوں پر بھی ہو جاتا ہے۔وہ اعلیٰ تعلیم کے لیے کیلیفورنیا بھی رہ چکے ہیں جہاں پر لوگ جتنا زیادہ شہرت یافتہ ہوتے جاتے ہیں اتنا ہی ان کا رویہ عوامی ہوتا جاتا ہے۔امریکہ کے معروف ٹی۔وی اور ریڈیو کے اینکر، اداکار، میزبان، کامیڈین اور Voice actorلیری کنگ جنہوں نے 1957ء سے اپنے فنی سفر کا آغاز کیا جو آج بھی جاری ہے۔لیری نے میڈیا میں اپنے آپ کو واقعی ہی ایک (King) ثابت کیا۔جس کا ثبوت یہ ہے کہ وہ تمام بڑے ایوارڈز سمیٹ چکے ہیں۔دنیا کے تمام بڑی سیاسی شخصیات کا انٹرویو کرنے والے لیری کنگ نے اپنی کامیابی کا راز عوامی ہونا اور عاجز ہونا بتایا تھا۔جرمنی کے سب سے معروف اور کامیاب ترین صحافی، پروڈیوسر اور ٹی۔وی اینکر جناب (Guenter Jauch) جنہیں 2006ء میں دنیا کے مقبول ترین جرمن صحافی اور ٹی۔وی اینکر بننے کا اعزاز بھی حاصل ہوا۔جناب یاؤخ جرمنی کے تمام بڑے ٹی۔وی چینلز پر مختلف پروگرامز کر چکے ہیں جن میں کون بنے کا کروڑپتی؟ سیاسی، ذہنی مشقت، کھیلوں، کے علاوہ مختلف ٹاک شوز پیش کر چکے ہیں۔یاؤخ جیسے پروگرام کے دوران عام انسان سے پیار کرتے نظر آتے ہیں حقیقت میں بھی ایسے ہی ہیں۔ہمسایہ ملک بھارت کے شہرہ آفاق اداکار جناب امیتابھ بچن نے بھی 2000ء سے چھوٹی سکرین پر اپنا جلوہ دکھانا شروع کیا جس میں انہوں نے یہ ثابت کر دیا کہ وہ اصل میں بگ B ہیں۔ان کے پروگرام کون بنے گا کروڑپتی کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ اس نے تمام (Target rating points)ٹی۔آر۔پی کے سابقہ ریکارڈ توڑ دیے۔اگر ان کے پروگرام میں امیتابھ بچن کی حاضرین اور مہمانان گرامی کے ساتھ رویے کو دیکھا جائے تو اس میں غرور یا تکبر کا عنصر دکھائی نہیں دے گا۔حالانکہ لوگ ان کو اپنے عقیدے کے مطابق اسی درجے پر فائز کر کے پوجتے ہیں جیسے سچن ٹنڈلکر کو۔

وطن عزیز میں طارق عزیز صاحب نے 1964ء اپنی فنی سفر کا آغاز کیا وہ کامیاب اداکار یا سیاست دان تو نہ بن سکے مگر ریڈیو اور ٹی۔وی میں انکی خدمات لاثانی ہیں۔1975ء سے شروع ہونے والے نیلام گھر جو طارق عزیز شو میں تبدیل ہونے کے بعد بزم طارق عزیز بن چکا ہے۔طارق عزیز کی کامیابی ان کے پر اثر لب ولہجے کے ساتھ ساتھ شفقت مندانہ رویہ بھی ہے۔شہرت میں اگر عزت کا عنصر نکال دیں تو وہ باعث ندامت بن جاتی ہے۔شہرت و عزت قسمت والوں کو نصیب ہوتی ہے ورنہ ہر کوئی اپنے تئیں محنت اور دعائیں تو کرتا ہی ہے۔مگر ذلت ہمارے اعمال کی وجہ سے ملتی ہے۔چند ہفتے قبل ایک نجی چینل کے مارننگ شو کی (TRP) سب سے بلند سطح پر تھی جس کا سہرا پروگرام کی میزبان ڈاکٹر شائستہ واحدی پر تھا مگر ایک جھٹکے سے وہ شہرت کی بلندیوں سے گمنام دلدل میں ڈوب گئی۔شہرت کے آفتاب کو اقبال پر پہنچنے کے لیے مدتوں لگ جاتیں ہیں جسے حسد اور تکبر منٹوں میں زوال پزیر کر دیتے ہیں۔عزت و شہرت میں طوالت کے لیے انسان کو عاجزی اور حُب انسانیت کو اپنانا ہوگا۔جب لوگ وہ بننے کی کوشش کریں جو وہ نہیں ہیں تو پھر وہ کچھ بھی بن سکتے ہیں کبھی اچھے آرٹسٹ نہیں بن سکتے ۔حقیقت میں ہم وہی ہوتے ہیں جس کو ہم چھپا رہے ہوں۔تکبر اور غرور صرف اللہ کی ذات کو زیب دیتا ہے اور اُس ذات کے علاوہ جس نے بھی ان دو لفظوں سے کھیلنے کی کوشش کی اُس کی دنیا اور آخرت دونوں خراب ہو جاتے ہیں لیکن پھر میں سوچتا ہوں جس سماج میں سب کچھ سٹیٹس کی عینک سے دیکھا جاتا ہو وہاں کسی اینکر سے یہ امید کرنا کے وہ اس عینک کے بغیر دیکھے گا سوائے حماقت کے کچھ بھی نہیں۔شاید ہمارے وی۔آئی۔پی کلچر کا اب یہ Status symbol بن چکا ہے مگر افسوس کہ کچھ لوگ وطن عزیز میں اس کی دکان اُس

وقت کھول رہے ہیں جب عوام اس کاروبار کے خلاف ہو چکے ہیں اور اسے ہمیشہ کیلئے بند کرنا چاہتے ہیں۔ اُس پروگرام کے میزبان سے صرف یہی درخواست کروں گا کہ کبھی کبھی ہٹلر بھی حقیقی قہقہہ لگالیتا تھا' اپنے آپکو دوسروں سے افضل سمجھتے ہوئے بھی لیکن شاید ہٹلر کے فنِ ظرافت سے بھی واقف نہیں۔

تحریر: سہیل احمد لون

سربٹن۔ سرے

sohailloun@gmail.com

08-10-2014.